حکمران صحابہ رضی اللہ عنہم

تالیف

محمود احمد غضنفر

مکتبہ قدوسیہ غزنی سٹریٹ اردو بازار۔ لاہور

لاہور پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حکمران صحابہ رضی اللہ عنہم

تألیف

محمود احمد غضنفر



مکتبہ قدوسیہ

لاہور، پاکستان

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

الٰہی: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو قرآن اور حساب کا علم سکھلا اور اسے عذاب سے محفوظ رکھنا:

(فرمان نبویؐ)

تم قیصر وکسریٰ کی دانائی' سیاست اور فہم وفراست کا تذکرہ کرتے ہو حالانکہ تمہارے پاس معاویہ رضی اللہ عنہ جیسا ایک دانشمند' زیرک اور مدبر انسان موجود ہے۔

(فرمان فاروق اعظمؓ)

خاندان، بنوامیہ کا روشن دماغ سیاست دان، ملت اسلامیہ کا مردم شناس حکمران، لشکر اسلام کا تجربہ کار مدبر اور جرات مند سپہ سالار، سیادت و قیادت، فہم و فراست، علم و ہنر، دین و دانش، جود وسخا، مہر و وفا اور صدق و صفا کا حسین پیکر، حکیمانہ انداز گفتگو، فیاضانہ طرز معاشرت، اور عادلانہ طرز حکومت اختیار کرنے والا سربراہ مملکت، جس میں حکمت و دانائی، جلال و جمال، فصاحت و بلاغت اور امانت وصداقت کا حسین امتزاج پایا جاتا تھا۔ جس میں جہانگیری و جہانبانی، کشورکشائی و جہاں آرائی، عالمگیری و فرمانروائی کا جوہر پوری آب و تاب سے دکھائی دیتا ہے۔

کاتب وحی کا اعزاز پانے والا جلیل القدر صحابی، اپنے دور کا عبقری انسان جس نے بحر روم کے ساحل پر انطاکیہ سے لے کر طرطوس تک فوجی مراکز قائم کئے۔ جس نے بحری بیڑے کے قیام سے خشکی سے نکل کر سمندر کی وسعتوں پر بھی مسلمانوں کی نگرانی اور برتری قائم کی۔ جس کا بارعب چہرہ، عقابی نگاہیں، دراز قد، سفید رنگ، سنہری داڑھی، سڈول، پھرتیلا، مضبوط اور گٹھا ہوا جسم دیکھنے والوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیتا۔

جو انتالیس سال آٹھ ماہ کا طویل عرصہ مسند اقتدار پر جلوہ افروز رہا۔ جس نے بیس سال سرزمین شام کے گورنر اور انیس سال آٹھ ماہ ملت اسلامیہ کے حکمران کی حیثیت سے گذارے۔

جس نے تاریخ اسلام میں پہلی مرتبہ بحری بیڑا تیار کیا، بحری فوج کی بنیاد ڈالی اور اس کے ذریعے بحر روم کے اہم جزیرے قبرص پر قبضہ کرلیا۔

جس نے ۷ ہجری میں عمرۃ القضاء کے تاریخی موقع پر اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی اور اس کا اظہار ۸ ہجری فتح مکہ کے موقع پر اپنے والدین کے ہمراہ کیا۔

جس سے قبل از اسلام زمانہ جاہلیت میں بھی کفر و اسلام کے مابین بپا ہونے والے کسی معرکے میں بھی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کسی کاروائی میں کوئی حصہ نہیں لیا- حالانکہ جب بدر' احد' احزاب جیسے مشہور و معروف معرکے بپا ہوئے اس وقت یہ جوان رعنا تھے- ابوجہل' عتبہ' شیبہ' خالد بن ولید' عکرمہ بن ابی جہل اور ابوسفیان کے ہمراہ یہ کہیں کسی معرکے میں نظر نہیں آتے- اس دور میں مکمل خاموشی' اعراض اور پہلوتہی کا انداز اپنائے رکھا-

وہ عظیم المرتبت صحابی جو دربار رسالت میں وزیر ضیافت کے منصب پر فائز رہا' باہر سے آنے والے مہمانوں کی خاطر مدارات اور طعام و قیام انہیں کے سپرد تھا'

جسے رسول اقدس ﷺ کو وضوء کرانے کی سعادت حاصل تھی- جس نے عمرۃ القضاء کے موقع پر قینچی سے رسول اقدس ﷺ کے سر کے بال کاٹنے کی خدمت سرانجام دی-

جو ام المومنین ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان کا بھائی تھا-

جو قریش کے سردار ابوسفیان صخر بن حرب کا فرزند ارجمند تھا-

جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بیٹے علی اکبر شہید کربلا کی والدہ لیلیٰ بنت ابی مرۃ کا ماموں تھا- جو میمونہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا بھائی تھا اور وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی خوش دامن تھی- اس لیے اس کی بیٹی لیلیٰ بنت ابی مرۃ حضرت حسین کی بیوی تھی- جس سے علی اکبر پیدا ہوئے-

جسے فاروق اعظم نے عرب کا کسریٰ قرار دیا-

جس نے اپنے دور حکومت میں زراعت کو ترقی دینے کے لیے ملک کے طول و عرض میں نہروں کا جال بچھا دیا- جس سے لاکھوں ایکڑ زمین سیراب ہونے لگی- ان نہروں کی وجہ سے زرعی پیداوار میں غیر معمولی اضافہ ہوا-

جس کے حق میں نواسہ رسولؐ' نوجوان جنت حضرت حسن بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت سے دستبرداری کا اعلان کر دیا-

جو پوری زندگی حضرت حسن رضی اللہ عنہ' حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ حسن

سلوک سے پیش آتا رہا۔

جسے امیر امعاویہ رضی اللہ عنہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔۔جس کے بارے میں حبر الامتہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا' کہ میں نے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی شخص کو حکمرانی کا اہل نہیں دیکھا۔

آیئے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ کی جھلک دیکھتے ہوئے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا اور دلوں کو روشن کرنے کا اہتمام کریں۔



سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بعثت نبوی سے پانچ سال پہلے مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔باپ کا نام ابوسفیان صخر بن حرب تھا جو قریش کا سردار تھا اور بہت بڑا دولت مند تھا۔والدہ کا نام ہند بنت عتبہ ہے جو قریش کی مشہور ومعروف دانشور خاتون تھی۔سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پانچویں پشت میں رسول اقدس ﷺ کے نسب میں شامل ہو جاتے ہیں۔جب کہ والد اور والدہ چوتھی پشت میں عبد مناف پر جا کر رسول اقدس ﷺ کے ساتھ شامل نسبت ہو جاتے ہیں' جس کے بارے میں حافظ ابن کثیر اپنی معروف کتاب البدایۃ والنہایہ میں رقم طراز ہیں۔

”هو معاوية بن ابى سفيان صخر بن حرب بن امية بن عبدالشمس بن عبد مناف بن قصى القرشى الاموى ابو عبدالرحمن خال المومنين“(البداية والنهاية ۱۱۷/۸)

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبدالرحمان ہے اور اہل ایمان کا ماموں اس لیے قرار دیا گیا کہ یہ ام المومنین ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔

۸ہجری فتح مکہ کے تاریخی موقع پر سپہ سالار اعظم رسول اقدس ﷺ نے یہ اعلان کیا۔

من اغمد سيفه فهو آمن ومن دخل المسجد فهو امن ومن دخل دار ابى سفيان فهو آمين“

جس نے اپنی تلوار نیام میں چھپالی وہ محفوظ ہے' جو مسجد حرام میں داخل ہوا وہ امن میں ہے۔ اور جو ابوسفیان کے گھر داخل ہو گیا وہ بھی مامون ومحفوظ ہے''

اس اعلان سے ابوسفیان کے گھر کو تاریخی حیثیت حاصل ہوئی۔

ابوسفیان رضی اللہ عنہ رسول اقدس ﷺ کا سسر اور ہند بنت عتبہ آپ کی خوش دامن اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کے نسبتی برادر تھے۔ اس لیے کہ ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا کو ام المومنین ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے والدین فتح مکہ کے تاریخی موقع پر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے جب کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ۷ ہجری عمرۃ القضاء کے موقع پر اسلام قبول کرلیا تھا۔ سال بھر مصلحتاً خاموش رہے والدین کے ہمراہ اسلام قبول کرنے کا اعلان کرنے کی سعادت حاصل کی۔

مکہ فتح ہوا' رسول اقدس ﷺ نے عمرہ ادا کیا تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کے ساتھ عمرہ ادا کیا' طواف بیت اللہ اور سعی صفا و مروہ سے فارغ ہو کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قینچی سے رسول اقدس ﷺ کے سر کے بال کاٹنے کی سعادت حاصل کی اور ان مبارک بالوں کو تبرک کے طور پر اپنے پاس محفوظ کر لیا۔ فتح مکہ سے فارغ ہو کر رسول اقدس ﷺ نے لشکر اسلام کی قیادت کرتے ہوئے مقام حنین کی طرف پیش قدمی کی' حضرت ابوسفیان صخر بن حرب اپنے دونوں بیٹوں حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ لشکر اسلام میں شامل تھے۔ اور تینوں نے میدان جنگ میں دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

اگرچہ اس جنگ میں لشکر اسلام ۱۲ ہزار افراد پر مشتمل تھا لیکن دشمن نے بھی جم کر مقابلہ کیا' دوران جنگ ایک دفعہ تو انتہائی نازک صورت حال پیدا ہوئی۔ مجاہدین کے پاؤں اکھڑ گئے۔ چند ایک صحابہؓ کے علاوہ باقی تمام مختلف اطراف میں بکھر گئے۔ رسول اقدس ﷺ میدان میں عزم وہمت کا اظہار کرتے ہوئے مسلسل باآواز بلند فرما رہے تھے۔

انا النبی لا کذب

انا ابن عبدالمطلب

میں نبی ہوں کوئی جھوٹ نہیں

میں عبدالمطلب کا فرزند ہوں۔

بالآخر فتح لشکر اسلام کو نصیب ہوئی - یہاں سے فارغ ہونے کے بعد طائف پر یلغار کی گئی، اس تاریخی معرکے میں بھی حضرت ابوسفیانؓ اپنے دونوں بیٹوں حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت یزید بن ابی سفیان کے ہمراہ شامل تھے۔ یہاں دشمن کی جانب سے ایک تیر حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں لگا جس سے ڈیلا باہر لٹک گیا۔ اسے ہاتھ میں لے کر رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے صورت حال کو دیکھتے ہوئے ارشاد فرمایا: اگر آپ چاہیں تو میں اللہ تعالیٰ سے شفایابی کی دعا کروں یا اس تکلیف کے بدلے آپ کو جنت مطلوب ہے۔ حضرت ابوسفیانؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے آنکھ نہیں جنت چاہیے۔ رسول اقدس ﷺ نے ان دو معرکوں سے حاصل ہونے والے مال غنیمت میں سے تینوں باپ بیٹوں میں سے ہر ایک کو سو اونٹ اور چالیس اوقیہ سونا عطا کیا۔ اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ پر اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے دشمن فوج کے چھ ہزار قیدیوں کی نگرانی ان کے سپرد کی۔ ان کی دوسری آنکھ جنگ یرموک میں دوران جہاد ضائع ہوئی۔ غزوۂ طائف کے بعد رسول اقدس ﷺ لشکر اسلام کو لے کر مدینہ منورہ واپس تشریف لے گئے اور آپ کے ہمراہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی مدینہ منورہ چلے گئے۔



فتح مکہ اور قریش کے سردار ابوسفیان صخر بن حرب کے ایمان قبول کرنے کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے ابن سعد اپنی معروف کتاب طبقات میں رقم طراز ہیں۔

۸ ہجری دس رمضان المبارک بروز بدھ بعد نماز عصر رسول اقدس ﷺ نے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کو مدینہ منورہ کی نگرانی کے فرائض سونپے اور خود دس ہزار مجاہدین پر مشتمل لشکر اسلام کی قیادت کرتے ہوئے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب یہ لشکر

مقام صلصل پر پہنچا تو آپ نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ کو دوسو مجاہدین کا سالار بنا کر آگے بھیجا پھر آپ نے یہ اعلان کروا دیا- چونکہ رمضان کے دن ہیں اور ہم حالت سفر میں ہیں- مجاہدین میں سے جو روزہ رکھنا چاہتا ہے رکھ لے اور جو قضائی کی نیت سے چھوڑنا چاہتا ہے چھوڑ لے-

اس کے بعد لشکر مقام قدید پر پہنچا یہاں لشکر میں موجود قبائل کو مزید منظّم کرتے ہوئے ان میں جھنڈے تقسیم کئے گئے- جب یہ لشکر مرالظہر ان کے مقام پر پہنچا تو عشاء کا وقت ہو چکا تھا آپ نے مجاہدین کو جگہ جگہ آگ روشن کرنے کا حکم دیا- جب یک بارگی متعدد مقامات پر آگ جلائی گئی تو اس سے پورا ماحول روشن ہو گیا اہل مکہ نے جب اچانک یہ روشنی دیکھی تو گھبرا گئے- انہوں نے اپنے سردار ابوسفیان سے صورت حال کا جائزہ لینے کا مطالبہ کیا- وہ حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقہ کو لے کر باہر نکلے' دیکھا کہ لشکر اسلام حد نگاہ تک پھیلا ہوا ہے- مجاہدین کی یہ شان وشوکت دیکھ کر گھبرا گئے- اس رات لشکر کی نگرانی اور پہرہ دینے کا فریضہ فاروق اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سپرد تھا-

ابوسفیان نے صورت حال کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے عباس بن عبدالمطلب سے پوچھا یہ آج میں سب کچھ کیا دیکھ رہا ہوں انہوں نے فرمایا: یہ وہی عظیم المرتبت پیغمبر دس ہزار مجاہدین کا لشکر لے کر مکہ کے دہانے پر موجود ہے جسے تم نے یہاں سے نکال دیا تھا- آج تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ اسلام قبول کر لو' اچھے رہو گے' ورنہ یہ وقت پھر ہاتھ نہیں آئے گا-

ابوسفیان نے کہا ٹھیک ہے میں تیار ہوں- دونوں ساتھیوں کی طرف دیکھا' انہوں نے بھی سر تسلیم خم کرتے ہوئے نظریں جھکا لیں- ان کی رضا مندی کا یہ دلفریب انداز دیکھ کر حضرت عباس بن عبدالمطلب انہیں اپنی پناہ میں لے کر رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے- انہوں نے آپ کے سامنے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا' آپ نے قبول فرمایا: اور ساتھ ہی کمال فیاضی اور خلق عظیم کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ

اعلان کر دیا: کہ آج جو بھی ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے گھر داخل ہو کر پناہ لے گا وہ امن میں رہے گا۔ اسے کچھ نہیں کہا جائے گا۔ رسول اقدس ﷺ اپنی قصواء اونٹنی پر سوار ہوئے آپ کی ایک جانب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دوسری جانب حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ تھے۔ مکہ معظّمہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرتے ہوئے داخل ہوئے۔ لشکر اسلام کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ کے ہاتھ میں تھا۔

پھر رسول اقدس ﷺ نے اس کے بیٹے قیس بن سعد کو جھنڈا تھما دیا اور حضرت سعد بن عبادہ کو حکم دیا کہ تم نے مکہ میں کداء مقام کی جانب سے داخل ہونا ہے' زبیر بن عوام کو ''کدی'' دروازے سے اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ''اللیط'' مقام سے مکہ میں داخل ہونے کا حکم دیا۔ تینوں کی سربراہی میں مجاہدین کی کثیر تعداد تھی۔ خود رسول اقدس ﷺ ''اذاخر'' مقام کی جانب سے مکہ معظّمہ میں داخل ہوئے۔ آپ نے لڑائی سے منع کر دیا تھا۔ البتہ چند افراد کا نام لے کر آپ نے یہ حکم دیا کہ یہ اگر کسی کو نظر آ جائیں تو انہیں قتل کر دیا جائے۔ جن میں سے چھ مرد اور پانچ عورتیں ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔

عکرمہ بن ابی جہل' ہبار بن اسود' عبداللہ بن سعد بن ابی سرح' مقیس بن صبابہ لیثی' حویرث بن نقیذ' عبداللہ بن ہلال بن خطل' ہند بنت عتبہ' عمر بن ہاشم کی کنیز سارۃ اور دیگر دو عورتیں ایک کا نام فرتنا اور دوسری کا نام قریبہ ہے۔ ان میں سے تین افراد عبداللہ بن ہلال بن خطل اور می' حویرث بن نقیذ اور مقیس بن صبابہ تو مارے گئے۔ لیکن باقی بچ گئے۔ ہند بنت عتبہ نے اگلی شب اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کر لی۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اور پھر زندگی بھر اسلام کی سربلندی کے لیے سرگرم عمل رہے۔ حضرت خالد بن ولید کے مقابلے میں عکرمہ بن ابی جہل' صفوان بن امیہ اور سہل بن عمرو ایک لشکر لے کر خندمہ مقام پر ڈٹ گئے۔ اور حضرت خالد بن ولید کو آگے بڑھنے سے روکا بلکہ تیر اندازی شروع کر دی یہ خطرناک صورت حال دیکھتے ہوئے حضرت خالد بن ولید نے اعلان جنگ کر دیا۔ کیونکہ اس کے بغیر اب کوئی چارہ کار نہ تھا۔ خاموش رہتے تو ساتھی مارے جاتے۔ زوردار جوابی حملہ ہوا تو قریش کے

چوبیس اور قبیلہ ہذیل کے چار افراد موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔

رسول اقدس ﷺ کو جب پتہ چلا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ میں نے لڑائی سے منع کیا تھا۔ عرض کیا گیا یہ لڑائی دشمن کی طرف سے خالد بن ولید پر مسلط کی گئی۔ انہیں مجبوراً ہاتھ اٹھانا پڑا‘ آپ نے ارشاد فرمایا:

”قضاء الله خير“

اللہ کا فیصلہ بہتر ہے۔

دو مسلمان شہید ہوئے۔ ایک کرز بن جابر فہری اور دوسرا خالد اشقر خزاعی‘ عکرمہ بن ابی جہل صورت حال دیکھ کر وہاں سے بھاگ گیا‘ اس کا ارادہ تھا کہ سرزمین حجاز کو خیر باد کہہ کر کسی دوسرے ملک میں پناہ لے لی جائے۔ وہ اس غرض سے ساحل سمندر پر پہنچا کشتی میں سوار ہونے لگا تو اس کی رفیقہ حیات دانشور خاتون ام حکیم تلاش کرتی ہوئی وہاں پہنچ گئی اسے پکڑ کر واپس لائی‘ یہ خاتون مشرف باسلام ہو چکی تھی اور اس نے رسول اقدس ﷺ سے اپنے خاوند عکرمہ بن ابی جہل کے لیے معافی بھی مانگ لی تھی۔ آپ نے معاف کرنے کا وعدہ فرما لیا تو یہ اپنے خاوند کو واپس لاکر رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے عکرمہ کو معاف کر دیا۔ اور اس کا اسلام لانا قبول کر لیا۔

پھر عکرمہ زندگی بھر اسلام کی سربلندی کے لیے سرگرم عمل رہے۔

رسول اقدس ﷺ کے لیے حجون مقام پر خیمہ نصب کر دیا گیا۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے اپنا جھنڈا وہاں گاڑ دیا۔

لوگ جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے‘ مکہ معظّمہ میں عجیب سماں بندھ گیا۔ آپ نے عام معافی کا اعلان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”لا تثريب عليكم اليوم“

آج تمہیں کوئی پکڑ نہیں۔

رسول اقدس ﷺ نے بیت اللہ کا طواف کیا کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت پڑے تھے۔ آپ ہر بت کی طرف اپنے ہاتھ میں پکڑی چھڑی کے ساتھ اشارہ کرتے ہوئے

گذر رہے تھے۔ اور مسلسل آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ دہرائے جا رہے تھے:

"جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا"

"حق آ گیا اور باطل مٹ گیا بلاشبہ باطل کو مٹنا ہی تھا"

پھر آپ ﷺ نے کعبہ میں داخل ہو کر دو رکعت نماز ادا کی' بیت اللہ کی چابی حضرت عثمان بن طلحہ کے سپرد کی' سقایہ کے فرائض حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے سپرد کیے۔

پھر آپ نے آہ بھرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے ارض مکہ تو مجھے بڑی محبوب ہے اگر یہاں کے باشندے مجھے نہ نکالتے تو میں تجھے کبھی نہ چھوڑتا"

پھر آپ نے حکم دیا کہ بیت اللہ سے تمام بتوں کو اکھاڑ کر باہر پھینک دو انہیں ریزہ ریزہ کرو۔ مکہ میں یہ اعلان عام کیا گیا۔

"من كان يؤمن بالله واليوم الاخر فلا يدع في بيته صنماً الا كسره"

جو بھی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے۔ وہ اپنے گھر میں موجود بت کو توڑ دے اس طرح خانہ کعبہ اور پورے مکہ معظمہ کو بتوں سے پاک کر دیا گیا۔

یاد رہے کہ مکہ معظمہ ۸ ہجری ۲۰ رمضان المبارک بروز جمعہ فتح ہوا۔ آپ نے پندرہ دن یہاں قیام کیا اور نماز دوگانہ پڑھتے رہے۔ حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو مکہ معظمہ کا امام اور گورنر مقرر کیا اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو تعلیم کے فرائض سونپے اور آپ نے لشکر اسلام کی قیادت کرتے ہوئے ۸ ہجری ۶ شوال بروز ہفتہ "حنین" کی طرف پیش قدمی کی۔ اب یہ لشکر بارہ ہزار افراد پر مشتمل تھا۔ دس ہزار اہل مدینہ تھے اور دو ہزار اہل مکہ۔

لشکر اسلام وادی حنین میں بروز منگل ۱۰ شوال ۸ ہجری کو پہنچا' مقابلے میں بنو ہوازن تھے جو خم ٹھونک کر میدان میں نکل آئے تھے سحری کے وقت سپہ سالار اعظم رسول

اقدس ﷺ نے مجاہدین کو صف بندی کا حکم دیا اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، حباب بن منذر رضی اللہ عنہ، سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ، اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور خالد بن ولید کی قیادت میں لشکر اسلام کو منظم کیا گیا۔ مذکورہ قائدین کو جھنڈے عنایت کئے گئے۔ معرکہ زوردار تھا۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور فضل وکرم سے لشکر اسلام فتح یاب ہو کر طائف کی طرف روانہ ہوا۔ مسلسل اٹھارہ دن طائف کا محاصرہ جاری رہا۔ اور پھر وہاں فتح و کامرانی کے جھنڈے گاڑتے ہوئے لشکر اسلام مدینہ منورہ روانہ ہوا۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی لشکر کے ہمراہ مدینے پہنچے اور رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں رہتے ہوئے وحی الٰہی کی کتابت، وثیقہ نویسی، مراسلات کی تحریر اور باہر سے آنے والے مہمانوں کی دیکھ بھال کے فرائض حسن وخوبی سے سرانجام دینے لگے۔



حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو رسول اقدس ﷺ کی صحبت میں رہنے کا بہت کم عرصہ میسر آیا۔ لیکن پھر بھی کسب فیض میں وافر حصہ پایا۔ آپ نے ایک سو تریسٹھ احادیث رسول اقدس ﷺ سے روایت کیں۔ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور اپنی ہمشیرہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے بھی روایات بیان کیں، اور پھر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ، ابوادریس خولانی، ابوسلمہ بن عبدالرحمان، عروۃ بن زبیر رضی اللہ عنہ، خالد بن معدان رضی اللہ عنہ، ھمام بن منبہ رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، عمیر بن ہانی رضی اللہ عنہ، سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، محمد بن سیرین، محمد بن عبداللہ، نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر جیسے کبار صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے روایات بیان کیں:

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ علم و فضل کے اعلیٰ معیار پر فائز تھے۔ رسول اقدس ﷺ نے ان کے حق میں یہ دعا کی تھی۔

"اللھم علم المعاویة الکتاب و الحساب ووقه العذاب"
(بحواله فضائل صحابه امام احمد بن حنبلؒ)

"الٰہی معاویہ کو قرآن اور حساب کا علم سکھلانا اور اسے عذاب سے بچائے رکھنا"

آپ نے ان کے حق میں دوسری دعا یہ فرمائی:

"اللھم علمه الکتاب ومکن له فی البلاد ووقه العذاب"

الٰہی اسے قرآن کا علم سکھا اور اسے ملک میں اقتدار عطا کر اور اسے عذاب سے بچائے رکھنا"

حضرت عبدالرحمان بن ابی عمیرہ المزنی کہتے ہیں- کہ میں نے رسول اقدس ﷺ کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ دعا کرتے ہوئے سنا-

"اللھم اجعله هادیا مهدیاً واهدبه" (بحواله تاریخ کبیر- بخاری)

الٰہی اسے ہدایت دینے والا' ہدایت یافتہ بنا اور اس کے ذریعے ہدایت دے-

امام احمد بن حنبل ابوامیہ عمرو بن یحییٰ بن سعید کے حوالے سے روایت کرتے ہیں- وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ ایک دن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے برتن پکڑا اور رسول اقدس ﷺ کو وضوء کرانے لگے- یہ فریضہ حضرت ابو ہریرۃ سرانجام دیا کرتے تھے' لیکن وہ اس دن بیمار تھے- وضوء کرتے ہوئے رسول اقدس ﷺ نے ایک یا دو مرتبہ امیر معاویہ کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا: اے معاویہ جب تجھے مسند اقتدار پر بٹھا دیا جائے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور عدل وانصاف سے کام لینا-

رسول اقدس ﷺ کی یہ دعائیں اور خوش آئند تمنائیں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت' عظمت اور علمی برتری پر دلالت کرتی ہیں- آپ جید عالم فاضل ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے بلند حوصلہ اور طبعی طور پر بردبار بھی تھے-

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کاتب وحی ہونے کے ساتھ ساتھ سرکاری مراسلہ نویس بھی تھے اور باہر سے آنے والے مراسلات رسول اقدس ﷺ کو پڑھ کر بھی سنایا

کرتے تھے-

امام بخاری اپنی کتاب تاریخ کبیر میں رقم طراز ہیں- کہ یمنی سردار وائل بن حجر مدینہ منورہ میں رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا اعلان کر دیا- آپ نے اس کے مقام و مرتبہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک قطعہ اراضی اس کے نام الاٹ کر دیا- نشاندہی اور وثیقہ نویسی کے لیے آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کیونکہ وہ اس کام کو بخوبی سر انجام دے سکتے تھے-

بلال بن حارث مزنی کو ساحلی علاقے میں رسول اقدس ﷺ نے زمین عنایت کی تو اس کی وثیقہ نویسی کے لیے بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا-

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حساب کتاب کا فن خوب جانتے تھے- اس لیے قطعات اراضی کا تعین، نشاندہی اور وثیقہ نویسی اور بادشاہوں کی طرف مراسلہ نویسی کے فرائض امیر معاویہ کے سپرد تھے اور انہوں نے یہ ذمہ داری خوب اچھی طرح نباہی-

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ درج ذیل صحابہؓ کرام نے وحی الٰہی کی کتابت کے فرائض سرانجام دیئے-

۱- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

۲- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

۳- حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

۴- حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

۵- عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ

۶- شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ

۷- عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ

۸- ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

۹- خالد بن سعید رضی اللہ عنہ

۱۰- زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

ان تمام کاتبان وحی میں زیادہ نمایاں کردار حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا دکھائی دیتا ہے۔



سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عہد رسالت میں غزوہ حنین اور غزوہ طائف میں حصہ لیا اور آپ کو مال غنیمت سے ایک سو اونٹ اور چالیس اوقیہ سونا عطا کیا گیا۔ عہد صدیقی میں ۱۲ ہجری کذاب کے خلاف لڑی جانے والی جنگ یمامہ میں شریک ہوئے اور اس جنگ میں مسیلمہ بن حبیب جھوٹے مدعی نبوت کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے نمایاں کردار سر انجام دیا۔

وحشی بن حرب نے مسیلمہ کذاب کو نیزہ مارا' ابودجانہ سماک بن خرشہ نے تلوار سے زخم لگایا۔ عبداللہ بن زید انصاری اور امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے تلوار کے پے در پے وار کرتے ہوئے اس کے جسم کو چھلنی کر دیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی قیادت میں سرزمین شام میں برسرپیکار لشکر اسلام کی مدد کے لیے یزید بن ابی سفیان رضی اللہ کی زیر قیادت ایک لشکر دے کر بھیجا۔ دار الخلافہ مدینہ منورہ میں جذبہ جہاد سے سرشار مزید مجاہدین جمع ہوئے اور جنگ میں شمولیت کا مطالبہ کیا تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ بن سفیان رضی اللہ کو ان مجاہدین کا امیر نامزد کیا اور یہ حکم دیا کہ یزید بن ابی سفیان کی زیر قیادت لشکر میں جا کر شامل ہو جانا۔

حافظ ابن کثیر نے اپنی معروف کتاب البدایۃ والنھایۃ میں اس واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"ثم اجتمع عند الصدیق طائفة من الناس فامر علیھم معاویة بن ابی سفیان و ارسله' ور اخیه یزید بن ابی سفیان"

(بحوالہ البدایہ والنہایہ)

"پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس لوگوں کا ایک گروہ جمع ہوا۔

ان پر آپ نے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا اور اسے اس کے بھائی یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے پیچھے روانہ کیا''

۱۵ ہجری کو معروف جرنیل حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے اردن اور اس کے ساحلی علاقوں کو فتح کرنے کے لیے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لشکر روانہ کیا انہوں نے کمانڈر انچیف حضرت ابوعبیدۃ سے مزید کمک کا مطالبہ کیا۔ تو انہوں نے یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر روانہ کیا جس کے مقدمۃ الجیش کا نگران حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بنایا گیا تھا۔

۱۸ ہجری کو لشکر اسلام سرزمین شام میں مصروف جہاد تھا کہ طاعون کی وبا پھیل گئی' بہت سے مجاہدین اس کی لپیٹ میں آ کر داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اللہ کو پیارے ہو گئے' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو طاعون پھیل جانے کا علم ہوا تو سپہ سالار حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ آنے کا پیغام بھیجا' وہ سمجھ گئے کہ امیر المومنین مجھے اس وبا سے بچانا چاہتے ہیں۔ لیکن انہوں نے ایک جرات مند جرنیل کا کردار ادا کرتے ہوئے لشکر اسلام میں موجود رہنے کو ترجیح دی۔ وہ بھی اسی دوران طاعون کی بیماری میں مبتلا ہو کر اللہ کو پیارے ہو گئے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ دارالخلافۃ کی ہدایات کے مطابق مصر روانہ ہو چکے تھے۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو جب معروف جرنیل حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی وفات کا پتہ چلا تو بہت افسردہ ہوئے۔ آپ نے اس کی جگہ یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو لشکر اسلام کا سپہ سالار نامزد کیا۔ انہوں نے ۱۹ ہجری میں سرزمین شام کے مشہور و معروف شہر قیساریہ کو فتح کیا۔ وہ شہر عرصہ دراز سے لشکر اسلام کے لیے بہت بڑا مسئلہ بنا ہوا تھا۔ جب اس شہر کے فتح ہونے کی خبر دارالخلافہ مدینہ منورہ پہنچی تو امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سرزمین شام کا گورنر مقرر کر دیا گیا۔ انہوں نے اختیارات سنبھالتے ہوئے فتوحات کا دائرہ وسیع کرنا شروع کر دیا۔ ان کے عہد میں امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شام کے دورے پر گئے۔ امیر

معاویہ رضی اللہ عنہ بڑی شان و شوکت کے ساتھ امیر المومنین کے استقبال کے لیے آئے- آپ نے یہ جاہ وجلال دیکھتے ہوئے ارشاد فرمایا:

میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں؟ میرا جی چاہتا ہے کہ میں تجھے یہ حکم دوں کہ حجاز تک پیدل چل کر جاؤ یہ شان وشوکت اور یہ جاہ وجلال؟ کیا تمہیں اس لیے گورنر بنایا گیا ہے؟

امیر معاویہ نے مودبانہ عرض کیا امیر المومنین یہ ایک ایسا علاقہ ہے کہ دشمن کے جاسوس ہر وقت گھات میں لگے رہتے ہیں- ان کے دلوں پر اسلام اور مسلمانوں کا رعب ودبدبہ قائم رکھنے کے لیے میں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے- اگر آپ کا حکم ہو- تو میں اسے باقی رہنے دیتا ہوں اور اگر آپ پسند نہیں کرتے تو اسے ابھی ختم کیے دیتا ہوں- یہ بات سنتے ہی آپ نے خاموشی اختیار کی- حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کہنے لگے امیر المومنین دیکھئے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے کس خوبصورت انداز میں اپنا تحفظ کیا ہے- آپ نے فرمایا اسی لیے تو اسے اتنے بڑے اور حساس صوبے کی ذمہ داری سونپی ہے-

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے- معاویہ رضی اللہ عنہ عرب کا کسریٰ ہے- یہ قریشی نوجوان ہے اور سردار کا بیٹا ہے-

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دشمن کو مرعوب کرنے کے لیے اگرچہ ظاہری شان و شوکت کے قائل تھے- ورنہ طبعی طور پر وہ تواضع اور انکساری کو پسند کرتے تھے- عفو ودر گزر، صبر وتحمل، زہد وتقویٰ، اخلاص وخدا ترسی اور امانت و دیانت کا عکس ان کے آئینہ اخلاق میں نمایاں دکھائی دیتا ہے- رسول اقدس ﷺ کے ساتھ بے پناہ محبت ان کے دل میں پائی جاتی تھی- اس کا اندازہ آپ اس وصیت سے لگائیں جو انہوں نے اپنی وفات سے تھوڑا عرصہ پہلے اہل خانہ کو کی- آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک دفعہ دوران سفر رسول اقدس ﷺ کو وضوء کرانے کی سعادت حاصل کی- جب میں آپ کے مبارک ہاتھوں پر پانی انڈیل رہا تھا تو آپ نے میری طرف دیکھا میرا قمیص کندھے سے پھٹا ہوا تھا- آپ نے وضوء سے فارغ ہو کر مجھے اپنا قمیص عنایت فرمایا- میں نے اس بابرکت قمیص کو

صرف ایک مرتبہ پہنا اور پھر اسے سنبھال کر رکھ لیا اس طرح مجھے ایک دفعہ عمرے کی ادائیگی کے بعد آپ کے بال کاٹنے کی سعادت حاصل ہوئی- میں نے آپ کے وہ مبارک بال بھی اپنے پاس محفوظ کر لیے' نیز آپ کے تراشیدہ ناخن بھی میں نے سنبھال لیے- جب میں فوت ہو جاؤں تو رسول اقدس ﷺ کا یہ قمیص میرے سینے پر رکھ کر کفن کی چادریں پہنانا' بال اور ناخن میرے ہونٹوں اور آنکھوں پر رکھ دینا- یہ چیزیں برزخ اور آخرت میں میرے لیے فائدہ مند ہوں گی- رسول اقدس ﷺ کے ساتھ محبت اور وارفتگی کا یہ انداز سبحان اللہ!



دمشق کے ساحلی علاقہ جات مثلاً حیدا' غرقہ' جبیل اور بیروت کو فتح کرنے میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے علاوہ یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا بہت بڑا کردار ہے- خصوصاً غرقہ پر فتح کا جھنڈا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے لہرایا-

۲۳ ہجری میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ کی قیادت میں لشکر اسلام نے عسقلان پر فتح کا جھنڈا لہرایا- اس لشکر میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ' حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ' حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ اور حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام شریک تھے-

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کارکردگی پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے دس ہزار دینار سالانہ کا وظیفہ مقرر کر دیا- یہ دارالخلافۃ کی جانب سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت کا اعتراف تھا-

۲۳ ہجری میں ایک بد بخت ایرانی نژاد مجوسی غلام فیروز ابولولو نے عین اس وقت جب کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نماز فجر کی جماعت کرا رہے تھے زہریلے خنجر سے آپ پر حملہ کر دیا اور پے در پے چھ وار کیے' آپ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے- زمین پر گر گئے- حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر نماز

مکمل کروائی- امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حملے سے جانبر نہ ہو سکے اور جام شہادت نوش کر گئے-

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے- انہوں نے اسلامی ریاست کا جائزہ لیا اور مختلف صوبہ جات کے ذمہ داران کو سرکاری ہدایات ارسال کیں- سرزمین شام میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ گورنر تھے- ان کو ہدایات دیتے ہوئے آپ نے لکھا کہ روم کے ساحلی علاقہ جات میں نظم ونسق کو اور زیادہ مربوط کریں- مجاہدین کے لیے مستقل مکانات تعمیر کریں اور انہیں خدمات کی روشنی میں مناسب جاگیریں عطا کریں- نئی مساجد کی تعمیر کا اہتمام کیا جائے- مفتوحہ قلعوں کی مرمت وصفائی کے بعد انہیں آباد کیا جائے-

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عہد فاروقی میں کئی بار دارالخلافتہ سے بحری جہاد کی اجازت طلب کی لیکن امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی صوابدید کی روشنی میں اجازت نہ دی-

ان کا خیال تھا کہ بحری جنگوں میں مجاہدین کی قیمتی جانیں سمندر کی تلاطم خیز لہروں کی نذر نہ ہو جائیں-

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اطاعت گزاری کا انداز دیکھیں' باوجود اس کے کہ تمام تر مادی وسائل ان کے پاس موجود تھے- اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ رومی افواج کا مکمل خاتمہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک سمندر میں موجود ان کے فوجی مراکز کو قبضے میں نہ لے لیا جائے- لیکن امیر المومنین کی موافقت کو وہ نظم کا ایک ضروری حصہ سمجھتے تھے- لہٰذا انہوں نے از خود اپنی مرضی سے کوئی قدم اٹھانا مناسب نہ سمجھا- عہد فاروقی میں دار الخلافتہ سے اجازت نہ ملی تو آپ خاموش رہے- جب امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بحری جہاد کی اجازت طلب کی اور آپ نے اجازت مرحمت فرمائی-

۲۴ ہجری میں رومیوں نے بغاوت کا علم بلند کیا' اسلامی نظم حکومت کو درہم برہم

کرنے کے لیے اپنی قوت کو مجتمع کیا' والی شام امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تازہ ترین صورت حال سے مرکز کو آگاہ کرتے ہوئے مدد کی اپیل کی امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کوفہ کے گورنر ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ پہلی فرصت میں کسی تجربہ کار جرنیل کی قیادت میں لشکر شام کی طرف روانہ کیا جائے- لہذا انہوں نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے سلمان بن ربیعہ کی قیادت میں آٹھ ہزار افراد پر مشتمل لشکر شام روانہ کر دیا- بلاشبہ یہ بہت بڑی کمک تھی جو مرکز کی طرف سے صوبے کو بہم پہنچائی گئی- امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لشکر اسلام فتح کا پھریرا لہراتا ہوا عموریۃ تک پہنچا' انطاکیہ اور طرطوس کے درمیان پائے جانے والے تمام قلعہ جات کو اپنے قبضے میں لے لیا-



چونکہ رومی فوج کا بحر روم کے جزائر پر تسلط قائم تھا- لہذا رومی لشکر کی قوت کو پامال کرنے کے لیے ضروری تھا کہ لشکر اسلام کا بحری ونگ تیار کیا جائے-

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جب مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو انہوں نے بحری بیڑا قائم کرنے کی اجازت دے دی' تاریخ اسلام میں پہلی مرتبہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بحری فوج بنانے کا اعزاز حاصل کیا- اور اس کے ذریعے مشہور و معروف جزیرہ قبرص کو فتح کیا- یہ جزیرہ ساحل شام سے مغرب کی جانب بحرابیض میں تھوڑے ہی فاصلے پر مستطیل شکل میں واقع ہے-

ایک طرف سے قدرے چوڑا اور دوسری جانب سے دم نما باریک ہے- یہ جزیرہ انتہائی سرسبز و شاداب ہے- جس میں طرح طرح کے پھل پائے جاتے ہیں- اس کا کل رقبہ تین ہزار مربع میل ہے- یہ فوجی نقطہ نگاہ سے بڑی اہمیت کا حامل ہے- رومی لشکر یہاں سے مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیاں کیا کرتا تھا-

۲۸ ہجری میں پہلی مرتبہ لشکر اسلام کی بحری فوج نے اس کی طرف پیش قدمی کی' امیر البحر کے فرائض حضرت عبداللہ قیس حارثی نے سرانجام دیئے- انہیں ساحل قبرص پر پہنچتے ہی رومی لشکر کی طرف سے سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا- اہل قبرص پوری تیاری

کے ساتھ میدان میں اترے ہوئے تھے- دونوں فوجوں کے درمیان گھمسان کی جنگ شروع ہوئی- معرکہ آرائی ابھی جاری تھی' کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بذات خود لشکر اسلام کی قیادت کرتے ہوئے قبرص کے ساحل پر اترے-

رسول اقدس ﷺ نے اس جنگ میں حصہ لینے والوں کے لیے جنت کی بشارت دی تھی- حضرت ام حرام بنت ملحان زوجہ حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں- کہ رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا-

"اول جیش من امتی یغزون البحر قد او جبوا قالت ام حرام قلت یا رسول الله فیهم قال انت فیهم"

میری امت کا پہلا لشکر جو سمندر میں جنگ کرے گا اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی-

ام حرام رضی اللہ عنہ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ کیا میں ان لوگوں میں شامل ہوں گی؟

فرمایا ہاں تم ان میں شامل ہو گی-

یہ پہلا بحری اسلامی لشکر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں قبرص کی طرف روانہ ہوا اس میں حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا اپنے سرتاج حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے ہمراہ شامل تھیں وہ اسی جنگ میں سواری سے گردن کے بل گر کر شہید ہوئی- امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے رومی فوج کو شکست فاش دے کر جزیرہ قبرص پر مکمل قبضہ کر لیا- اہل قبرص نے سات ہزار دینار سالانہ ٹیکس ادا کرنے کا معاہدہ کرتے ہوئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے امان کی درخواست کی جو منظور کر لی گئی- یہ لوگ چار برس تک باقاعدگی سے ٹیکس ادا کرتے رہے- لیکن ۳۲ ہجری میں انہوں نے بغاوت کر دی اور اسلامی سلطنت سے ناطہ توڑنے کا اعلان کر دیا- لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دوبارہ زوردار حملہ کر کے اس بغاوت کو کچل دیا- اہل قبرص نے دوبارہ امان حاصل کرنے کے لیے پہلی شرائط پر ہی ٹیکس ادا کرنے کے لیے اپیل کی- ان کی اپیل کو منظور تو کر لیا گیا

لیکن مستقبل ایک نئی بستی بنا دی جس میں اسلامی فوج بروقت موجود رہتی جس سے دوبارہ اہل قبرص کو بغاوت کرنے کی جرات نہ ہوئی۔

جزیرہ قبرص پر مکمل قبضہ کرنے کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ لشکر اسلام کی قیادت کرتے ہوئے دوسرے بڑے جزیرے روڈس کی طرف بڑھیں اہل جزیرہ کی شدید مزاحمت کے بعد اس پر قبضہ کر لیا گیا۔ یہاں تانبے کا ایک بہت بڑا بت بنایا گیا تھا جس کی لوگ پوجا کیا کرتے تھے' امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جزیرۃ روڈس پر قبضہ کرنے کے بعد اس بت کو اکھاڑا اور اس کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ ان دونوں جزیروں کی تسخیر سے مجاہدین اسلام کے حوصلے بہت بلند ہو گئے اور اسلامی سلطنت بحیرہ روم کے پانیوں تک وسیع ہو گی۔

۳۰ ہجری میں روم نے چھ سو بحری جہازوں پر مشتمل ایک بحری بیڑا تیار کیا اور مصر حملہ کر دیا۔ لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے رومی لشکر کو دندان شکن جواب دینے کے لیے بڑا بحری بیڑا تیار کیا جو ایک ہزار سات سو بحری جہازوں پر مشتمل تھا۔ وہ بذات خود امیر البحر تھے۔ آپ کی قیادت میں لشکر اسلام نے ایسا زوردار حملہ کیا کہ قیصر روم کو اس کی کوئی توقع نہ تھی۔ رومی لشکر کشتیاں چھوڑ کر بھاگ نکلنے پر مجبور ہوا۔

۳۰ ہجری میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے درمیان ایک فقہی اختلاف پیدا ہوا اور وہ یہ تھا۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا یہ موقف تھا کہ کھانے پینے کے علاوہ جو کچھ بھی مسلمان کے پاس ہو اسے اللہ کی راہ میں فوراً خرچ کر دینا چاہیے۔'' اور وہ اپنے اس نظریئے کی تصدیق کے لیے قرآن حکیم کی یہ آیت پیش کرتے۔

والذین یکنزون الذہب والفضۃ ولا ینفقونہا فی سبیل اللہ فبشرہم بعذاب الیم۔

وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی بشارت دیں۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرامؓ کا موقف یہ تھا کہ مالی واجبات ادا

کرنے کے بعد جو مال انسان کے پاس بچ جاتا ہے- اسے اپنے پاس رکھنا اور اسے بوقت ضرورت استعمال میں لانا شرعاً جائز ہے- لیکن حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اس معاملے میں بڑے سخت تھے- کسی کی بات تسلیم کرنے کے لیے تیار ہی نہ تھے- وہ اٹھتے بیٹھتے زیادہ تر اسی مسئلہ کا پرچار کرتے اور اپنے پاس مال و دولت جمع کرنے والوں کے خلاف بڑا تلخ تبصرہ کرتے اور ان کے لیے دردناک عذاب کی وعید سناتے-

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہر چند انہیں سمجھانے اور تسلی دینے کی کوشش کی- لیکن وہ نہ مانے حالانکہ آپ کے پاس اختیارات موجود تھے- لیکن ادب و احترام کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں داخلی معاملات کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی جانب سے پیش آنے والی صورت کا تذکرہ کیا تو امیر المومنین نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ طلب کر لیا-

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ انہیں رخصت کیا- امیر المومنین نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملاقات کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ ان کے طرز فکر اور طرز عمل کا اندازہ یہ ہے کہ اب اس دنیا سے ان کا دل بالکل اچاٹ ہو چکا ہے- لہٰذا مدینہ منورہ کے قریب ربذہ نامی بستی میں ان کی رہائش کا اہتمام کر دیا- اس واقع سے بخوبی پتہ چلتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مرکز کے کس قدر تابع تھے' کوئی بھی اہم ترین اقدام کرنے سے پہلے وہ مرکز سے رجوع کرتے' جو ہدایات انہیں وہاں سے ملتیں اس کے مطابق عمل کرتے-

اس سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو خودسر نہیں گردانتے تھے- بلکہ امیر المومنین کی اطاعت کو واجبات میں سے سمجھتے تھے- حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ذاتی ملکیت کے بارے میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا شدت آمیز رویہ دیکھا تو انہیں ہر چند سمجھایا کہ اس کا لوگوں میں پرچار نہ کریں مگر جب دیکھا کہ وہ بدستور اپنے رویے میں سخت ترین انداز اپنائے ہوئے ہیں اور کوئی لچک پیدا کرنے کے لیے جس سے

داخلی انتشار کا اندیشہ ہے- تیار نہیں تو اطلاع مرکز کو دی خود کوئی اقدام نہیں کیا' اس اعتبار سے ان کا دامن بالکل صاف شفاف دکھائی دیتا ہے-



حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دشمن کے سامنے شاہانہ انداز اختیار کرنے کے قائل تھے-لیکن جب آپ مسلمانوں میں ہوتے تو عاجزی وانکساری کا انداز اختیار کرتے-

امام احمد بن حنبل مروان بن معاویہ لفز اری حبیب بن شہید کے حوالے سے اور وہ ابو مجاز کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک روز لوگوں کے پاس آئے اور وہ احتراما کھڑے ہو گئے- تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے ''کہ جو شخص اپنے احترام میں لوگوں کا کھڑا ہونا پسند کرتا ہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے''

ایک دفعہ امیر معاویہ عبداللہ بن عامر اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے-عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ آپ کے احترام میں کھڑے ہو گئے-لیکن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کھڑے نہ ہوئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابن عامر رضی اللہ عنہ سے کہا بیٹھ جاؤ-

میں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان سنا ہے

من احب ان یتمثل له العباد قیاما فلیتبوا مقعده من النار''

''جسے یہ پسند آتا ہے کہ اس کے لیے بندے کھڑے ہوں وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے''

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں لوگوں کے عیب چھپانے اور غلطیوں کے درگذر کرنے کی عادت بدرجہ اتم پائی جاتی تھی-ایک موقعہ پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان سنایا:

قال رسول الله ﷺ انك لن تتبعت عورات الناس افسدتهم او كدت لن تفسدهم''

”رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
اگر تو لوگوں کے عیوب کے پیچھے پڑ گیا تو انہیں برباد کر دے گا- یا یہ فرمایا کہ قریب ہے کہ تو انہیں برباد کر دے“

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر یہ ارشاد فرمایا:
افضل الناس من اذا اعطی شکر و اذا بتلی صبر و اذا غضب کظم و اذا قدر غفر و اذا و عد انجزو اذا اساء استغفر“
لوگوں میں سے بہتر وہ ہے جب اسے کچھ دیا جائے تو وہ شکر کرے، جب کسی مصیبت میں مبتلا ہو تو صبر کرے، اور جب غضبناک ہو تو غصے کو پی جائے، اور جب قادر ہو تو معاف کر دے، جب وعدہ کرے تو اسے پورا کرے، اور جب کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اللہ سے معافی مانگے“

ان بیانات و فرمودات سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عمدہ، پاکیزہ اور قابل رشک شخصیت ابھر کر سامنے آ جاتی ہے- آپ خوش اخلاق، شیریں کلام، حوشلہ مند، درگذر کرنے والے اور عیوب کو چھپانے والے تھے-



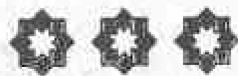
۳۵ ہجری ۱۸ ذوالحجہ بروز جمعہ بعد نماز عصر کوفہ، بصرہ اور مصر سے آنے والے شرپسند عناصر نے مسلسل بائیس روز سخت ترین محاصرے کے بعد سیدنا عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو ان کے گھر میں قتل کر دیا جب کہ وہ تلاوت قرآن میں منہمک تھے اور اس دن روزہ بھی رکھا ہوا تھا- بروز ہفتہ مغرب اور عشاء کے درمیان زبیر بن عوام نے نماز جنازہ پڑھائی اور دفن کیا-

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے والے شرپسند عناصر نے آگے چل کر خوارج کا روپ دھار لیا-

دارالخلافہ مدینہ منورہ میں اتنا بڑا حادثہ رونما ہوا کہ بلوائیوں نے بائیس روز تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کیا جب کہ کبار صحابہ کرامؓ مدینہ منورہ میں

موجود تھے۔ تاریخ کے طالب علم کے ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ آگے بڑھ کر بلوائیوں اور ظالموں کا ہاتھ کیوں نہ روکا گیا۔ اس کی دراصل وجہ یہ ہے کہ مدینہ میں موجود صحابہ کرامؓ نے بار بار امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ان کے خلاف قتال کی اجازت طلب کی لیکن آپ نے اپنی عظمت کا ثبوت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے مدینہ منورہ کی گلیوں میں خون بہے۔ مدینہ منورہ میں شرپسند عناصر کی ریشہ دوانیوں کی بنا پر امیر معاویہؓ نے امیر المومنین کی خدمت میں مودبانہ عرض کی کہ آپ میرے ساتھ دمشق تشریف لے چلیں آپ نے مدینہ منورہ سے والہانہ محبت کی بنا پر اس سے دور جانا بھی مناسب نہ سمجھا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی جانب سے ایک حفاظتی دستہ متعین کرنے کی اجازت مانگی جو فسادیوں کو مار بھگائے لیکن آپ نے انکار کر دیا۔

بلوائیوں کو ہر چند سمجھانے کی کوشش کی لیکن بے سود' اپنے گھر میں محصور رہنا' ظالموں کے ظلم و ستم سہنا اور جام شہادت نوش کرنا تو قبول کر لیا لیکن اپنی جانب سے کسی فسادی پر ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہ دی۔ جس سے تاریخ اسلام کا یہ ہولناک واقعہ رونما ہوا کہ امیر المومنین' ذوالنورین' بئر رومہ کو خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کرنے والے' غزوہ تبوک کے موقع پر لشکر تنگ دست کی مدد کر کے لسان رسالت ماب سے جنت کی بشارت پانے والے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو انتہائی بے بسی کے عالم میں شہید کر دیا گیا جس سے ملت اسلامیہ لرز گئی۔ اور پھر طرفہ تماشا یہ کہ شرپسند عناصر نے اس جنتی جسد خاکی کو جنت البقیع میں دفن نہ کرنے دیا' مجبوراً قبرستان کے احاطے کے باہر جسے حش کوکب کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے' دفن کیا گیا۔ یہ جگہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں جنت البقیع قبرستان کا حصہ بنی۔



۳۵ ہجری ۲۴ ذوالحجہ کو سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر جلوہ فرما ہوئے۔ جب کہ معاشرتی حالات انتہائی پیچیدہ تھے' کبار صحابہؓ کی جانب سے قاتلین عثمان رضی

اللہ عنہ سے قصاص کا پر زور مطالبہ کیا جا رہا تھا۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ' حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ' حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ' حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام قصاص کے مطالبے میں پیش پیش تھے۔ عاقبت نا اندیش قاتل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے پناہ لے چکے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف یہ تھا کہ حالات قدرے پرسکون ہو جائیں تو ان شر پسندوں کو کیفر کردار تک پہنچا دیا جائے گا۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ دونوں جلیل القدر صحابی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ مدینہ منورہ سے عمرہ کی غرض سے مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ وہاں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پہلے سے موجود تھیں۔ انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت سے آگاہ کیا تو وہ بہت افسردہ ہوئیں۔ وہیں سے یہ قافلہ مدینہ لوٹنے کی بجائے عراق کی طرف روانہ ہوا۔ جو شر پسند عناصر کا گڑھ تھا۔ جہاں سے سازشیں جنم لیتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خیال یہ تھا کہ میری موجودگی میں امت کے افراد ایک دوسرے پر ہاتھ اٹھانے سے باز رہیں گے۔ صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں ملوث مجرموں کو قرار واقعی سزا دی جائے گی۔ لیکن جب یہ قافلہ بصرہ کے قریب پہنچا تو اس کا راستہ روک لیا گیا۔ صحابہ کرامؓ میدان میں خیمہ زن ہو گئے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی ان میں موجود تھیں۔ شر پسند عناصر نے یہاں بھی اپنے خبث باطن کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ جس کے نتیجے میں ۳۶ ہجری جمادی الاخر میں جنگ جمل وقوع پذیر ہوا۔ جو تاریخ اسلام کا ایک تاریک باب ہے۔ جنگ میں مکہ معظّمہ سے آنے والے قدسی نفوس قافلے کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔ پوری ملت اسلامیہ میں کہرام مچ گیا۔

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے عنان اقتدار سنبھالتے ہی مختلف صوبوں کے گورنروں کو تبدیل کر کے ان کی جگہ اپنے ہم نوا نئے گورنر نامزد کر دیے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جیسے تجربہ کار جلیل القدر اور مدبر صحابی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایسا کرنے سے روکا۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ ابھی حالات اس تبدیلی کے لیے سازگار نہیں حکومت کے کارندوں کو بدستور انہیں مناصب پر فائز رہنے دیا جائے۔ جن پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں وہ فرائض سرانجام دیتے تھے۔ لیکن حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے اردگرد شر پسندوں نے اپنا جال بچھا رکھا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذہن میں ان عناصر کے پروپیگنڈا کی وجہ سے یہ بات پختہ ہو چکی تھی کہ جب تک سابقہ حکومتی نمائندوں کو بدلا نہ گیا حالات ان کے حق میں سازگار نہیں ہو سکتے۔

لیکن ہوا یہ کہ جن نئے نمائندوں کو نامزد کر کے مختلف صوبوں کی طرف روانہ کیا گیا مقامی لوگوں نے انہیں قبول ہی نہیں کیا۔ مثال کے طور پر حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو شام کا گورنر نامزد کیا گیا۔ جب وہ اپنے فرائض سنبھالنے کے لیے دمشق کی طرف روانہ ہوئے انہیں سرحد پر متعین حفاظتی دستوں نے روک لیا۔ حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے ہر چند کوشش کی انہیں بتایا کہ مجھے دارالخلافہ کی طرف سے شام کا گورنر نامزد کیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر آپ کا تعین امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے کیا گیا تھا تو چشم ما روشن دل ما شاد اور اگر ایسا نہیں تو آپ واپس تشریف لے جائیں۔ لہٰذا انہیں واپس لوٹنا پڑا۔

جنگ جمل کے بارے میں جب غمناک خبر دمشق پہنچی تو وہاں پر موجود صحابہ کرامؓ نے جن میں حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ، حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ، حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ، جیسے جلیل القدر صحابہ کرامؓ اور عوام الناس شامل تھے نے امیر معاویہ کے ہاتھ پر قاتلین عثمان کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے بیعت کی۔

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل سے فارغ ہو کر شام کی طرف پیش

قدمی کا ارادہ کیا تا کہ اہل شام سے بیعت خلافت لی جائے۔ دارالخلافت کوفہ میں حضرت عقبہ بن عامر انصاری رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام نامزد کیا اور خود لشکر کی قیادت کرتے ہوئے شام کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ لشکر کی آمد کی خبر جب شام پہنچی تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی لشکر کی قیادت کرتے ہوئے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔

دریائے فرات کے کنارے صفین کے مقام پر دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا۔ ۳۶ ہجری ذوالحجہ کو تاریخ اسلام کا یہ دوسرا اندوہناک سانحہ پیش آیا۔ مسلمانوں کی تلواریں آپس میں ٹکرائیں ملت اسلامیہ نا قابل تلافی نقصان سے دو چار ہوئی۔ ہار جیت کے بغیر یہ معرکہ اپنے اختتام کو پہنچا فریقین کے درمیان مستقبل کے لیے یہ معاہدہ طے پایا کہ عراق اور اس کے ملحقہ علاقوں پر حضرت علی المرتضیٰ کی حکومت ہوگی اور سرزمین شام پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حکومت کریں گے۔

حضرت علی المرتضیٰ کا موقف یہ تھا کہ چونکہ مہاجرین وانصار نے میرے ہاتھ پر بیعت خلافت کر لی ہے لہذا اہل شام بھی پہلے میرے ہاتھ پر بیعت کریں پھر قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص کا مطالبہ کریں تو شرعی حکم کے مطابق اس کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔

لیکن اہل شام کا نقطہ نگاہ یہ تھا کہ پہلے قاتلوں کو اپنے انجام تک پہنچایا جائے۔ قاتلوں کو علوی لشکر سے نکال دیا جائے' دارالخلافتہ میں ان کے اثر و نفوذ کو روکا جائے' کم از کم پہلے شر پسند عناصر کو اپنے سے دور ہٹایا جائے۔ اس نقطہ نظر کے اختلاف نے امت کو نا قابل تلافی نقصان پہنچایا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مطالبہ صرف یہ تھا کہ قاتلوں کو ہمارے سپرد کر دیا جائے۔ ہم خود ان سے بدلا لے لیں گے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر جلوہ فرما ہونے کا قطعاً کوئی ارادہ نہیں رکھتے تھے' ان کے دل میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی قدر و منزلت پائی جاتی تھی۔ ان کا مطالبہ تو صرف قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کے سپرد کرنے کا تھا جب کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند حضرت ابان بن عثمان

رضی اللہ عنہ بھی اس مطالبے میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہم نوا تھے۔
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ قاتلوں کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کرنے کے حق میں نہیں تھے' ان کا خیال یہ تھا کہ اگر ان قاتلوں کو قصاص میں فوری قتل کر دیا گیا تو فتنہ و فساد میں اور زیادہ اضافہ ہو جائے گا۔ حالات سنورنے کی بجائے مزید بگڑ جائیں گے' جنہیں قابو کرنا کسی کے بس میں نہیں ہو گا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بیٹوں اور برادری کی طرف سے قصاص کے معاملے کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا گیا تھا۔ وہ قصاص کے مطالبے کو اپنا شرعی حق سمجھتے تھے۔ دونوں طرف جلیل القدر صحابہ کرامؓ تھے جن کی نیتوں میں اخلاص پایا جاتا تھا۔ صرف نقطہ نظر کا اختلاف تھا۔

البدایہ والنہایہ میں حافظ ابن کثیر اس واقعے پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ جب ابو درداء رضی اللہ عنہ اور ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے تبادلہ خیال کرتے ہوئے کہا کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیوں نبرد آزما ہیں وہ آپ سے ہر اعتبار سے اعلیٰ' مقدم اور افضل ہیں۔

فرمایا: میں بھی انہیں اپنے سے افضل و بہتر گردانتا ہوں' میرا ان سے مقابلہ صرف خون عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کی خاطر ہے آپ دونوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جائیں ان سے کہیں کہ قاتلین عثمان کو ان کے جرم کی بنا پر کیفر کردار تک پہنچا دیں میں صدق دل سے اقرار کرتا ہوں کہ اہل شام میں سب سے پہلے میں ان کے ہاتھ پر بیعت کروں گا''۔

پھر وہ دونوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے گئے' ان سے اس مسئلے پر بات کی تو انہوں نے فرمایا یہ دیکھو عراقی لشکر کا ہر فرد اپنے آپ کو عثمان رضی اللہ عنہ کا قاتل کہہ رہا ہے۔ کہ ہم قاتل ہیں لے لو ہم سے بدلہ' خود ہی بتاؤ میں کس سے بدلہ لوں حضرت ابو درداءؓ اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ دونوں واپس آ کر گوشہ نشین ہو گئے۔

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے سرزمین شام کی طرف پیش قدمی سے پہلے حضرت جریر بن عبداللہ البجلی کو ایک خط دے کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا جس میں یہ تحریر تھا کہ مہاجرین وانصار اور اہل عراق نے میرے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے تم اور اہل شام بھی اب بیعت کر لو تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس خط کا جواب دینے کے لیے اہل شام پر مشتمل مجلس شوری کو طلب کیا ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خط کے بارے میں گفتگو کی تو تمام ارکان شوری نے بیعت کو قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص کے ساتھ مشروط کر دیا۔ حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ کو اہل شام کی رائے وزنی محسوس ہوئی۔ لہذا واپس کوفہ پہنچ کر انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اہل شام کے جواب سے آگاہ کرنے کے بعد عراقی لشکر سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اور مکمل غیر جانبداری کی پالیسی اختیار کرتے ہوئے گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرنے لگے۔



جنگ صفین میں جب فریقین کی جانب سے مصالحت کی خوش آئند رائے سامنے آئی تو دونوں جانب سے ایک ایک نمائندہ نامزد کیا گیا۔ تا کہ یہ دونوں غور وفکر کے بعد ملت اسلامیہ کے لیے جو بہتر ہو وہ فیصلہ صادر کر دیں۔ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی جانب سے جلیل القدر صحابی حضرت ابوموسی الاشعری رضی اللہ عنہ جن کا اصلی نام عبداللہ بن قیس تھا کو فیصلے کے لیے نمائندہ نامزد کیا گیا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو نمائندہ نامزد کیا گیا۔ اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت کے وہ لوگ جو درحقیقت انتشار کا سبب تھے بگڑ گئے۔ وہ کہنے لگے۔ فیصلے کے لیے کسی کو حاکم بنانا شرعا درست نہیں۔ حاکم صرف اللہ ہے۔ انہیں ہر چند سمجھانے کی کوشش کی گئی۔ لیکن وہ نہ مانے انہوں نے لشکر سے علیحدگی اختیار کرتے ہوئے حروراء مقام میں ڈیرے جما لیے ان کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ یہی وہ لوگ ہیں۔ جنہیں تاریخ میں خارجی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہی وہ فتنہ پرداز تھے۔ جو یہ سمجھتے تھے کہ اگر دونوں لشکر میں صلح ہو گئی تو ہمیں چن چن کر ختم کر دیا جائے گا۔ لہذا انہوں نے شاطرانہ انداز

اختیار کرتے ہوئے علیحدہ جماعت تشکیل دے لی۔ یہ سبھی انتہاء پسند تھے۔ ان میں تین ناعاقبت اندیش خارجی عبدالرحمان بن ملجم، برک بن عبداللہ تمیمی اور عمرو بن بکر تمیمی حرم کعبہ میں اکٹھے ہوئے۔ آپس میں مشورہ کیا کہ جب تک علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ زندہ ہیں۔ ہماری جماعت کے لیے خطرہ ہے۔ لہٰذا اپنی جان کی بازی لگاتے ہوئے۔ انہیں ٹھکانے لگایا جائے۔ ابن ملجم نے کہا کہ میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو قتل کرنا اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ برک بن عبداللہ نے کہا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنا میرے ذمہ اور عمرو بن بکر نے کہا۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا قتل میرے ذمے۔ لہٰذا یہ طے کیا گیا کہ ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ ہجری نماز فجر کے دوران ایک ہی وقت میں تینوں پر قاتلانہ حملہ کیا جائے۔ تینوں اپنے مشن کو پورا کرنے کے لیے اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئے۔

ابن ملجم کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور ۱۷ رمضان ۴۰ ہجری کو اس ناعاقبت اندیش نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اس وقت حملہ کیا جب کہ آپ نماز فجر پڑھانے کے لیے مسجد کی جانب تشریف لے جا رہے تھے۔ یہ حملہ اچانک اور خطرناک تھا زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے۔ ۲۱ رمضان المبارک بروز جمعہ داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے جنت الفردوس میں جا مقیم ہوئے۔ برک بن عبداللہ نے طے شدہ پروگرام کے مطابق امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر نماز فجر کے لیے جاتے ہوئے زہریلے خنجر سے حملہ کیا جو ان کی ران پر لگا حملہ آور کو پکڑ لیا گیا۔ تحقیقات کے بعد اسے کیفر کردار تک پہنچا دیا گیا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ علاج کے بعد ٹھیک ہو گئے۔

مصر میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی طبیعت ۱۷ رمضان کو ناساز تھی۔ ان کے پیٹ میں درد تھا۔ انہوں نے خارجہ بن حبیب کو نماز فجر پڑھانے کے لیے کہہ دیا تھا۔ لہٰذا حملہ آور اسے عمرو بن عاص سمجھتے ہوئے آگے بڑھا اور چشم زدن میں اسے قتل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر جب حضرت امیر معاویہ رضی

اللہ عنہ کو پہنچی تو وہ رونے لگے تو بیوی نے کہا زندگی میں آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نبرد آزما رہے اور آج ان کی وفات پر آنسو بہا رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا: تجھے معلوم نہیں کہ آج امت اسلامیہ کتنے بڑے نقصان سے دوچار ہوئی ہے آج علم وفضل کا پہاڑ گر گیا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عظمت اور ان کی علمی فقاہت اور اجتہادی صلاحیت کا اعتراف تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کے فرزند ارجمند حضرت حسن بن علی کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی گئی۔ آپ تقریباً ٦ ماہ کا عرصہ مسند خلافت پر جلوہ نشین رہے اور بالآخر اپنے ابا جان کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے۔ ۴۱ ہجری میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دستبردار ہو گئے۔

حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ جمادی الاول ۴۱ ہجری کو پوری ملت اسلامیہ کے متفقہ طور پر حکمران تسلیم کیے گئے' ۴۱ ہجری کو تاریخ اسلام میں سال اتفاق جماعت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ پھر سے امت ایک مرکز کے تحت جمع ہو گئی تھی۔



حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عنان اقتدار سنبھالتے ہی خوارج کی گوشمالی کی طرف توجہ دی چونکہ یہ انتہاء پسند لوگ تھے۔ اور اسلام کی بدنامی کا باعث بنے ہوئے تھے۔

بظاہر یہ اپنے آپ کو بڑے ثابت کرتے تھے۔ درحقیقت ان کے عزائم انتہائی خطرناک تھے۔ ان کی بدباطنی' بے حیائی اور شرپسندی کا آپ اس واقع سے اندازہ لگائیں۔ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن خباب بن ارت رضی اللہ عنہ اپنی بیگم کے ہمراہ کہیں جا رہے تھے۔ خارجیوں نے انہیں روک کر پوچھا تم کون ہو۔ انہوں نے بتایا میرا نام عبداللہ ہے میں جلیل القدر صحابی خباب بن ارت کا بیٹا ہوں اور مجھے خود بھی صحابی ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ اور میرے ساتھ یہ خاتون میری بیوی ہے۔

انہوں نے دوسرا سوال کیا کہ تیرا ابو بکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا خیال ہے۔ انہوں نے کہا یہ چاروں قابل تعریف ہستیاں ہیں۔ اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں میں دل سے ان کا احترام کرتا ہوں۔ یہ بات سنتے ہی ناہنجاز خارجیوں نے اسے پکڑ کر ذبح کر ڈالا پھر اس کی بیوی کو پکڑا اس نے آہ وزاری کا انداز اپناتے ہوئے کہا مجھے چھوڑ دو میں حاملہ ہوں۔

اللہ سے ڈرو مجھ ناتواں کو نہ مارو ان خبیثوں کے دل میں کوئی ترس نہ آیا خنجر مار کر اس کا پیٹ چاک کر دیا۔ اور اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس انتہا پسندی کا تقاضا یہ تھا کہ پہلی فرصت میں ان شیاطین کو صفحہ ہستی سے مٹایا جائے لہٰذا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پہلے اس فتنہ کو مٹانے کی طرف توجہ دی۔ خارجیوں کو معاشرے میں بے اثر کرنے کے لیے تقریباً تین سال کا عرصہ لگا۔ کوفہ اور بصرہ میں متعین اپنے حکومتی کارندوں کو ان کی سرکوبی کے لیے حکم دیا۔ حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے خوارج کی بیخ کنی کے لیے بنیادی کردار ادا کیا۔



خوارج کی بیخ کنی کے بعد ملت اسلامیہ کے تاجدار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسلامی ریاست کی حدود کا دائرہ وسیع کرنے کی طرف توجہ دی، بہادر، نڈر اور تجربہ کار سپہ سالاروں کی قیادت میں لشکر اسلام نے خراسان، ترکستان، بحستان، سمرقند اور بخارا کو فتح کر کے اسلامی ریاست میں شامل کیا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو خراسان کا گورنر مقرر کیا انہوں نے لشکر اسلام کی قیادت کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے۔ دریائے جیحون کو عبور کیا۔ اس لشکر میں رسول اقدس ﷺ کے منظور نظر صحابی حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ دریا عبور کرنے کے بعد لشکر اسلام نے سمرقند کی طرف پیش قدمی کی، اہل سمرقند نے ڈٹ کر مقابلہ کیا، لڑائی تین دن تک جاری رہی آخرکار سمرقندیوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور سات لاکھ درہم سالانہ ٹیکس ادا کرنے کی

شرط پر صلح کی پیش کش کر دی، جسے حضرت سعید بن عثمان رضی اللہ عنہ نے منظور کر لیا اس معرکہ آرائی میں حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہ کی پہلے ایک آنکھ ضائع ہوئی اور پھر شہید کر دیئے گئے۔ آپ کے جسد خاکی کو سمرقند میں ہی دفن کر دیا گیا۔ یہ جلیل القدر صحابی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مکہ معظّمہ کے گورنر تھے۔ جنہیں شوق شہادت ماوراء النہر کے دور دراز علاقے تک کھینچ لایا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں کابل فتح ہوا، بلوچستان کے ساحلی علاقے مکران پر اسلامی جھنڈا لہرایا گیا۔

۴۴ ہجری میں مہلب بن ابی حضر کی قیادت میں لشکر اسلام سرزمین ہند میں داخل ہوا۔ اس لشکر کی روانگی بصرے سے ہوئی جہاں حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے گورنر نامزد تھے۔

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے تجربہ کار جرنیل عبداللہ بن سوار کی قیادت میں ایک اور لشکر ہندوستان کی طرف روانہ کیا۔ جو مختلف علاقے فتح کرتا ہوا کوکن تک پہنچا یہاں سے وافر مقدار میں مال غنیمت ہاتھ لگا جس میں بہت عمدہ نسل کے گھوڑے بھی تھے۔ جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیے گئے۔

دوبارہ جب عبداللہ بن سوار لشکر اسلام کی قیادت کرتے ہوئے کوکن پہنچے تو یہاں ایک معرکہ کے دوران جام شہادت نوش کر گئے ان کے جسد خاکی کو وہیں سپرد خاک کر دیا گیا۔



حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور اقتدار میں مشرقی علاقہ جات میں لشکر اسلام کی فتح کا جھنڈا لہراتا ہوا ہندوستان کے درمیانی علاقہ جات تک پہنچا اور سرزمین روم میں بھی مسلسل جہاد کو جاری رکھا گیا۔ اور تجربہ کار مجاہدین کی قیادت میں لشکر تشکیل دیئے گئے اور ایک مربوط نظم کے مطابق انہیں اپنے ہدف کی طرف روانہ کیا گیا۔

موسم سرما اور موسم گرما کا لحاظ رکھتے ہوئے جہاد کے تسلسل کے لیے علاقہ جات کا

تعین کیا جاتا' سرزمین روم میں مہمات کی قیادت عبدالرحمان بن ام حکم' محمد مالک' مسعود بن ابی مسعود' عبداللہ بن قیس' مالک بن عبداللہ بن سنان اور عمرو بن مرہ جیسے مشہور و معروف تجربہ کار اور بہادر جرنیلوں نے کی۔

۵۲ ہجری کو قسطنطنیہ کی طرف لشکر اسلام نے پیش قدمی کی اس جنگ کا تذکرہ کرتے ہوئے رسول اقدس ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں یہ ارشاد فرمایا تھا۔ کہ جو مجاہدین اس جنگ میں شریک ہوں گے۔ وہ سب جنت میں جائیں گے۔ بخاری شریف میں رسول اقدس ﷺ کے یہ الفاظ مذکور ہیں۔

اول جیش من امتی یغزون مدینۃ قیصر مغفور لھم"

میری امت کا پہلا وہ لشکر جو قیصر شہر میں جنگ کرے گا وہ جنتی ہے۔

اس لشکر میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ' حضرت حسین بن علی رضی اللہ و' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جسے جلیل القدر صحابہ شریک ہوئے۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنی پیرانہ سالی کے باوجود اس جنگ میں شرکت کی اور جام شہادت نوش کیا۔ اس جنتی لشکر کی قیادت کے فرائض یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ نے سرانجام دیئے۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ بھی انہوں نے پڑھائی اور اس میزبان رسول ﷺ جلیل القدر صحابی کو استنبول شہر کی فصیل کے سائے میں دفن کردیا گیا۔ ترکی کا یہ مشہور شہر وہی ہے۔ جسے تاریخ میں قسطنطنیہ یا قیصر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ مجھے ایک دفعہ یہ شہر دیکھنے کا اتفاق ہوا جب کہ میں برطانیہ جاتے ہوئے ایک رات کے لیے استنبول رکا تھا۔

یہاں تاریخی جنگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور اقتدار میں ہوئی تھی۔

یہ عجیب اتفاق ہے کہ رسول اقدس ﷺ نے لشکر اسلام کے جن مجاہدین کے لیے جنت کے واجب ہونے کی خوشخبری سنائی تھی اس لشکر کو ترتیب دینے کا اعزاز امیر معاویہ بن ابوسفیان کو حاصل ہوا۔

پہلی خوشخبری یہ تھی۔

اول جیش من امتی یغزون البحر فقد اوجبوا"

میری امت کا پہلا لشکر جو سمندری جنگ کرے گا۔ ان کے لیے جنت واجب ہوگئی۔

اس لشکر کے قائد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خود تھے۔ اور یہ بشارت ۲۷ ہجری کو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پوری ہوئی۔ جب کہ مشہور جزیرے قبرص پر حملہ کیا گیا تھا۔

اور دوسری خوشخبری "اول جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفور لھم"

"میری امت کا پہلا لشکر جو شہر قیصر پر حملہ کرے گا۔ وہ بخشا جائے گا"

یہ بشارت ۵۲ ہجری کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں پوری ہوئی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشند



۵۳ ہجری میں دوسرا معروف اور سرسبز و شاداب جزیرہ روڈس فتح کیا گیا۔ اس جزیرے کی لمبائی ساٹھ میل تھی۔ اس کا پانی میٹھا تھا اور یہاں پھل دار درخت زیتون اور انگور وغیرہ کثرت سے پائے جاتے تھے۔ اس جزیرے کو فتح کرنے کے لیے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو لشکر تشکیل دیا اس کی قیادت مشہور و معروف جرنیل جنادہ بن امیہ کے سپرد کی۔ ۵۴ھ میں ایک تیسرا جزیرہ فتح کیا گیا۔ جس کا نام ارواڈ ہے۔

۵۸ اور ۵۹ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہدایات کے مطابق جہاد جاری رہا اور کا اعزاز حاصل کیا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور اقتدار میں ہندوستان، کابل، بلخ، بخارا

سمرقند اور سرزمین شام کے بیشتر علاقے مفتوح ہونے کے علاوہ افریقی علاقہ جات پر لشکر اسلام نے فتح کا جھنڈا گاڑا۔ جنگجو قوم بربر کو زیر نگیں کیا۔ حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لشکر اسلام نے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔

البدایۃ والنہایہ میں حافظ ابن کثیر رقمطراز ہیں۔ کہ لشکر اسلام ایک ایسے گھنے جنگل میں داخل ہوا جہاں درندے اور موذی جانور کثرت سے دکھائی دے رہے تھے لشکر نے جنگل میں پڑاؤ کرنا چاہا لیکن یہ جگہ خطرناک تھی۔ حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ نے دعا کرنے کے بعد اعلان کیا۔

کہ اے جنگل کے درندو آج ہم غلامان محمد یہاں پڑاؤ کرنا چاہتے ہیں۔ لہذا تم یہ جگہ چھوڑ کر دور چلے جاؤ۔

اس ایمان افروز اعلان کے بعد لوگوں نے عجیب منظر دیکھا کہ درندے اپنے بچوں کو اٹھائے بھاگے جارہے ہیں۔ اس جنگل میں ایک نئی بستی تعمیر کی گئی جو آگے چل کر مشہور شہر کی شکل اختیار کرگئی۔ جس کا نام قیروان رکھا گیا اور چالیس سال تک کسی درندے کا کوئی نام ونشان تک وہاں نہ دیکھا گیا۔

سبحان اللہ وبحمدہ، سبحان اللہ العظیم

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہندوستان روم اور افریقہ میں فتوحات حاصل کرنے کے بعد داخلی نظام کو مربوط کرنے کی طرف توجہ دی۔ عامۃ الناس کو عدل و انصاف مہیا کرنے کے لیے قاضی مقرر کیے، زراعت کو فروغ دینے کے لیے نہریں کھدوائیں، حفاظتی تدابیر اختیار کرنے کے لیے قلعے تعمیر کروائے، رعایا کو خوشحال بنانے کے لیے وظائف مقرر کیے، عبادت گذاری کی سہولتیں مہیا کرنے کے لیے مساجد تعمیر کروائیں، پیغام رسانی کے لیے ڈاک کا محکمہ تشکیل دیا۔ رعایا کی خبر گیری کے لیے باقاعدہ نظم قائم کیا۔ طب یونانی کو عربی زبان میں منتقل کرنے کا اہتمام کیا یہ فریضہ مشہور زبان دان ابن اثال کے ذمہ لگایا گیا۔ جس نے زود قلمی کا مظاہر کرتے ہوئے بڑی سرعت میں طب یونانی کو عربی زبان میں منتقل کیا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ زندگی بھر کبار صحابہ کرام، امہات المومنین اور حسنین رضی اللہ عنہ کی خدمت گذاری کے لیے وافر مقدار میں تحائف اور عطیات بھیجتے رہے تمام صحابہ کرام ان کی اس فیاضی، ہمدردی اور خوش اخلاقی سے دلی طور پر بہت خوش تھے۔

ملت اسلامیہ کا یہ عظیم سربراہ ۸۲ سال کی عمر گذار کر بروز جمعرات ۱۵ رجب ۶۰ ہجری میں داعی اجل کو لبیک کہتا ہوا جنت الفردوس میں جا مقیم ہوا۔ انہوں نے بیس سال کا عرصہ سرزمین شام کے گورنر کی حیثیت سے اور انیس سال آٹھ ماہ کا عرصہ ملت اسلامیہ کے تاجدار کی حیثیت سے گذارا۔ اللہ ان سے راضی اور یہ اپنے اللہ سے راضی۔



امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱-طبقات ابن سعد	۳۲/۳
۲-نسبت قریش	۱۴۴
۳-التاریخ الکبیر	۳۲۶/۷
۴-المعارف	۳۴۴
۵-المعرفۃ والتاریخ	۳۰۵/۱
۶-انساب الاشراف	۱۳۶/۴
۷-الجرح والتعدیل	۳۷۷/۸
۸-تاریخ الطبری	۳۲۳/۵
۹-مروج الذہب	۱۸۸/۳
۱۰-جمہر انساب العرب	۱۱۳-۱۱۲
۱۱-تاریخ بغداد	۲۰۷/۱
۱۲-الجمع بین رجال الصحیحین	۴۸۹/۲
۱۳-تاریخ ابن عساکر	۳۳۶/۱۶

۱۴-طبقات فقہاء الیمن ۴۷
۱۵-جامع الاصول ۹/۱۰۷
۱۶-اسد الغابہ ۴/۳۸۵
۱۷-الکامل ۴/۵
۱۸-تہذیب الاسماء واللغات ۱/۱۰۲
۱۹-تاریخ اسلام ۲/۳۱۸
۲۰-تذہیب التہذیب ۴/۱۵۰
۲۱-مرآۃ الجنان ۱/۱۳۱
۲۲-البدایۃ والنہایۃ ۸/۲۰-۱۱۷
۲۳-مجمع الزوائد ۹/۳۵۴
۲۴-العقد الثمین ۷/۲۲۷
۲۵-الاصابۃ ۳/۴۳۳
۲۶-تہذیب التہذیب ۱۰/۲۰۷
۲۷-المطالب العالیۃ ۴/۱۰۸
۲۸-تاریخ الخلفاء ۱۹۴
۲۹-شذرات الذہب ۱/۶۵

مسلمان حکمرانوں کے فرائضِ منصبی

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ ○ (الحج-۴۱)

"یہ وہ لوگ ہیں جنھیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں، تو نماز قائم کریں گے زکوٰۃ ادا کریں گے، نیکی کا حکم دیں گے ـــ اور برائیوں سے منع کریں گے ـــ اور تمام معاملات کا انجام کار اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے"

- ○ علم و عمل، صلح و آشتی اور امن و انصاف کے پیامبر
- ○ محبت و مودت، شفقت و رأفت اور رحم دلی و دریا دلی کے خوگر:
- ○ جوش و ولولہ، جرأت و شجاعت اور عزم و ہمت کے پیکر:
- ○ عدلیہ، انتظامیہ اور قانون سازی کے ماہر
- ○ صدق و صفا، جود و سخا اور مہر و وفا سے انسانوں کے دل موہ لینے والے:
- ○ عادلانہ، حکیمانہ اور مدبرانہ طرزِ حکومت اختیار کرنے والے:
- ○ امتِ مسلمہ کی سیاسی، علمی، اخلاقی، قومی اور تمدنی زندگی میں نکھار پیدا کرنے والے
- ○ گلیم فقیری میں سرمایۂ سلطانی رکھنے والے:

جہانگیر و جہانبان، جہاندار و جہاں آرا

حکمران صحابہ رضی اللہ عنہم

کا دلآویز، دلپذیر اور دل نشیں علمی ادبی اور تاریخی مرقع

اپنے ملک کے کتب فروشوں سے طلب کیجیے

از قلم
محمود احمد غضنفر